PAKISTAN | پاکستان

TIER 1 | USCIRF-RECOMMENDED COUNTRY OF PARTICULAR CONCERN (CPC)

عالمی مذہبی آزادی کے بارے میں امریکی کمیشن (USCIRF) امریکہ کی وفاقی حکومت کا ایک خود مختار اور دو فریقی ادارہ ہے جس کی ذمہ داری بیرون ملک مذہبی آزادی یا عقیدے سے متعلق حقوق پر نظر رکھنا ہے۔ بین الاقوامی مذہبی آزادی کے ایکٹ 1998 (IRFA) کے تحت تشکیل کردہ یو ایس سی آئی آر ایف (USCIRF) بیرونی ممالک میں عقائد یا مذہبی آزادی سے متعلق خلاف ورزیوں کو مانیٹر کرنے کے لیے بین الاقوامی معیارات کے استعمال کے ساتھ ساتھ صدر، وزیر داخلہ اور کانگریس کو حکمت عملی کے بارے میں سفارشات بھی پیش کرتا ہے۔ یو ایس سی آئی آر ایف (USCIRF) امریکہ کے محکمہ داخلہ سے الگ تھلگ اور جداگانہ حیثیت کا حامل ایک ادارہ ہے۔ 2019 کی سالانہ رپورٹ کمیشنرز اور پیشہ ور عملہ کی طرف سے سال بھر کی کوششوں کے ذریعے بنیادی سطح پر موجود خرابیوں کی نشاندہی کرنے کے ساتھ ساتھ امریکی حکوت کو حکمت عملی سے متعلق آزادانہ سفارشات پیش کرتے ہوئے اس معاملے کو اس کے منطقی انجام تک پہنچاتی ہے۔ سال 2019 کی سالانہ رپورٹ جنوری 2018 سے لیکر دسمبر 2018 کے عرصہ کا احاطہ کرتی ہے تاہم اس میں اس عرصہ کے بعد یا اس سے قبل رونما ہونے والے چند ایک نمایاں واقعات کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ یو ایس سی آئی آر ایف(USCIRF) کے بارے میں مزید معلومات کے لیے یہاں پران کی ویب سائیٹ ملاحظہ فرمائیں یا یو ایس سی آئی آر ایف(USCIRF) کے ساتھ اس نمبر پر براہ راست رابطہ کریں 202-523-3240

پاکستان

اہم نتائج: باوجودیکہ حکومت پاکستان نے مذہبی آزادی کو فروغ دینے اور مذہبی بنیادوں پر عدم رواداری کی بات چیت کی روک تھام کے لیے چند ایک مثبت اقدام لیے ہیں تاہم سال 2018 میں عمومی طور پر پاکستان میں مذہبی آزادی کا رجحان منفی نوعیت کا رہا ہے۔ اس سال کے دوران انتہا پسند گروں اور معاشرے میں بسنے والے افراد نے مذہبی اقلیتوں بشمول ہندؤں، عیسائیوں، سکھوں، احمدیوں اور شیعہ مسلمانوں کے خلاف امتیازی سلوک برقرار رکھنے اور ان پر حملے کرنے جاری رکھے ہیں۔ حکومت پاکستان ان گروپوں کو مناسب تحفظ فراہم کرنے میں ناکام رہی ہے اور اس نے مذہبی آزادی کے بارے میں ایک منظم اور مسلسل انداز میں قابل اعتراض خلاف ورزیوں کا ارتکاب کیا ہے؛ یہ معاملات پرائم منسٹر عمران خان کی نئی حکومت کی طرف سے چند ایک ممکنہ اصلاحات کے بارے میں رجائیت پسندی کے باوجود بھی پیش آئے ہیں۔ مختلف سیاسی پارٹیوں اور سرکردہ سیاست دانوں نے 2018 کے قومی سطح کے انتخابات تک مذہبی اقلیتوں کے خلاف عدم رواداری کے عنصر کو فروغ دیا ہے۔ مثال کے طورپر انتہا پسند مذہبی جماعتوں کا سیاسی منظر نامے میں داخلہ انتخابی عرصہ کے دوران مذہبی اقلیتوں کے خلاف نفرت انگیز تقریروں اور دھمکیوں کا سبب بنا رہا ہے۔ علاوہ ازیں توعین رسالت کے بارے میں سخت ملکی قوانین کا غیر مہذب اطلاق غیر مسلموں، شیعہ مسلمانوں اور احمدیوں کے حقوق کی پامالی کا سبب بنا ہے۔ یو ایس سی آئی آر ایف (USCIRF) اس وقت کم از کم 40 ایسے افراد سے آگاہ ہے جن کو پاکستان میں توعین رسالت کے ضمن میں موت یا عمر بھر قید کی سزا سنائی گئی ہے، جن میں دو عیسائی، قیصر اور امون ایوب بھی شامل ہیں جن کو دسمبر 2018 میں موت کی سزا سنائی گئی ہے۔ ہندو میرج ایکٹ کی منظوری کے باوجود بھی، جو کہ ہندو شہریوں کے فیملی قوانین کو تسلیم کرتی ہے، غیرمسلموں کے جبرا" مذہب تبدیل کروائے جانے کا سلسلہ جاری رہا ہے۔

خاص طور پران شدید خلاف ورزیوں کی بنیاد پر یو ایس سی آئی آر ایف (USCIRF) ایک بار پھرتجویز کرتا ہے کہ سال 2019 میں پاکستان کو بین الاقوامی مذہبی آزادی کے ایکٹ (IRFA) کے تحت "خصوصی تشویش کا حامل ملک" یا سی پی سی قرار دیا جائے۔ نومبر 2018 میں امریکی محمکہ داخلہ نے پہلی مرتبہ پاکستان کو سی پی سی قرار دیا ہے لیکن اس کے باوجود بھی امریکی محکمہ داخلہ نے پاکستان پر کسی بھی طرح کی متعلقہ پابندیاں عائد نہ کرنے کا فوری حکم نامہ جاری کر دیا ہے۔ یو ایس سی آئی آر ایف (USCIRF) تجویز کرتا ہے کہ امریکی محکمہ داخلہ ایک بار پھر پاکستان کو آئی آر ایف اے کے تحت سی پی سی قرار دے اور پابندیوں سے استثنا کو ختم کر دے۔

امریکی حکومت کو سفارشات

- جیسا کہ پاکستان کی عدالت عظمی کے 2014 کے فیصلے میں اختیار دیا گیا ہے حکومت پاکستان اور مذہبی امور اور بین الامذاہب کے بارے میں اسٹینڈنگ کمیٹی کی حوصلہ افزائی کرے کہ وہ اقلیتوں کے حقوق کے لیے نیشنل کمیشن تشکیل دیں۔

- آئی آر ایف اے (IRFA) کی سیکشن 405 (سی) کے تحت حکومت پاکستان کے ساتھ ایک واحب التعمیل معاہدہ کرے تا کہ واضح اہداف، بشمول حسب ذیل کے، لیکن ان تک محدود نہ رہتے ہوئے، مذہبی آزادی کی خلاف ورزیوں کے سد باب کی حوصلہ افزائی کی جائے:

    - توعین رسالت کے قیدیوں اور دیگر افراد جن کو ان کے مذہب یا عقیدے کی بنیاد پر پابند سلاسل کیا گیا ہے رہا کرے؛
    - اپنے توعین رسال اور احمدی مخالف قوانین کو منسوخ کر دے، جب تک تنسیخ کا عمل مکمل نہیں ہو جاتا، توعین رسالت کو قابل ضمانت جرم بنانے کے لیے اصلاحات کا قانون بنائے، الزام عائد کرنے والوں سے شہادت طلب کرے، اور تحقیقی ادروں کو اختیار دے کہ وہ بے بنیاد الزامات کو مسترد کر دیں اور ان پر زور دے کہ وہ موجودہ ضابطہ فوجداری کی ان دفعات کا اطلاق کرے جو دروغ حلفی اور جھوٹے الزامات کو جرم ٹھہراتی ہیں؛ اور

- محکمہ داخلہ کے حالیہ پروگراموں کا ایک حصہ حکومت پاکستان کی مدد کے لیے مختص کرے تاکہ وہ خطرے سے دوچار اقلیتی برادری کے قائدین کو تحفظ فراہم کر سکے - جسمانی سلامتی اورعملہ دونوں اعتبار سے - اور حکومتی اداروں جیسا کا پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی ہے کے ساتھ ایک شراکتداری تشکیل دے تاکہ انتہاپسند بیانیے کا سدب باب کیا جا سکے جو کہ مذہبی اقلیتوں پر حملوں کا سبب بنتا ہے۔

پس منظر

پاکستان
پورانام: اسلامی جمہوریہ پاکستان
حکومت: وفاقی پارلیمانی جمہوریہ
آبادی: 207,774,520
حکومت کی طرف سے تسلیم شدہ مذاہب/عقائد: اسلام
مذہبی اعداد وشمار* :
96.28٪ مسلمان (90-85٪ سنی مسلمان اور 15-10٪ شیعہ مسلمان ہیں اور 0.22٪ احمدی مسلمان ہیں)
1.59٪ عیسائی ہیں
1.60٪ ہندو ہیں۔
(1٪ سکھ، بدت مت، بہائی، آتش پرست/پارسی اور دیگر)

- یہ تخمینہ جات سی آئی اے کی ورلڈ فیکٹ بک اور پاکستان کے محکمہ شماریات سے حاصل کیے گئے ہیں۔

پاکستان کا دستور برائے نام طور پر تمام مذاہب کے اراکین کو عقیدے کی بنیادوں پر سر عام امتیازی سلوک کے خلاف تحفظ فراہم کرتا ہے اور تمام شہریوں کو اپنے مذہب عمل پیرا ہونے اور مذہبی تعلیم تک رسائی کا حق دیتا ہے۔ یہ دستور غیر مسلم اقلیتی برادری کے رہنماؤں کے لیے بھی نیشنل پارلیمنٹ میں 10 سیٹیں مختص کرنے کا حکم دیتا ہے۔ تاہم پاکستان کے دستور میں کی گئی دوسری ترمیم احمدیوں کی طرف سے اپنےآپ کو مسلمان کہلوانے یا اپنے مذہبی مقامات کو مساجد کہنے سے منع کرتی ہے اور یہ ترمیم قانونی ساخت میں موجود امتیازی سلوک کی حمایت کرتی ہے اور اس سے ان کے مذہب پر عمل کرنے کے حق کو منظم انداز سے کم کیا گیا ہے۔

سال 2015 سے پاکستان کی مجموعی سلامتی کی صورتحال میں بہتری آئی ہے لہذا بہت کم جانی نقصانات کا تعلق انتہا پسند گروپوں کے حملوں کے ساتھ منسوب کیا جاتا ہے۔ تاہم، لشکر طیبہ (ایل ای ٹی)، لشکر جھنگوی (ایل ای جے)، اسلامک اسٹیٹ آف خراسان پروونس (آئی ایس کے پی) اور تحریک طالبان (پاکستان طالبان) جیسے دہشت گرد گروپوں کی طرف سے 2018 میں پاکستان کی قومی سلامتی کو مسلسل چیلنج درپیش رہا ہے۔ ان گروپوں نے اقلیتی مذہب کے افراد خاص طور پر کوئٹہ کی شیعہ برادری کو براہ راست دھمکی دی ہے اور ان مذہبی رہنماؤں کو بھی نشانہ بنایا جنھوں نے مذہبی آزادی کے حق میں بات کی تھی۔ اس کے علاوہ انتہا پسند گروپوں نے اکثریتی مذہب کے ان افراد کی حوصلہ شکنی بھی کی ہے جو اقلیتی مذہب رکھنے والے افراد کی حمایت میں بات کرنے کی خواہش رکھتے ہیں لیکن وہ اپنی فیملیز اور اپنے آپکو درپیش شدید خطرے کی وجہ سے ایساکرنے سے خوفزدہ ہیں۔ اس وجہ سے سیاست دان اور جج حضرات مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے بارے میں, عوامی سطح پر بات نہیں کرتے جو کہ عوام کے اندر بڑی حد تک متنازع اوراقلیت مخالف بیانیے کے فروغ کا سبب بنی ہے۔ علاوہ ازیں حکومت پاکستان نے فرقہ وارانہ اور مذہبی بنیادوں پر نفرت انگیز تقاریر کے پھیلاؤ کا مؤثر انداز میں سد باب نہیں کیا۔ مثال کے طور پر 2018 کے قومی انتخابات کے دوران بہت سے سیاسی امیدواروں نے مذہبی اقلیتوں کے خلاف توہین آمیز اور حقارت آمیز بیانات دیے ہیں جن کا مقصد عوامی حمایت حاصل کرنا تھا۔

حکومت پاکستان نے مذہبی اقلیتوں کے خلاف پر تشدد جرائم کا ارتکاب کرنے والے افراد کے خلاف بھی مناسب کاروائی نہیں کی۔ انتہا پسندوں کے ساتھ نمٹنے کے لیے انسداد دہشت گردی کی خصوصی عدالتوں کی موجودگی کے

باوجود انتہا پسندوں کی ایک بڑی تعداد کو یا تو حراست سے آزاد کردیا گیا ہے یا وہ گرفتاری یا قانونی کاروائی سے بالکل بچ نکلے ہیں۔ اکثراوقات دہشت گرد ملزمان کی بریت کا تعلق پولیس کی تفتیش کے ناقص طریق کار سے ہوتا ہے جو کہ پورے پاکستان کی پولیس فورس کے اندر مستقل بنیادوں پر موجود ہے۔ سال 2015 میں انسداد دہشت گردی کی سول عدالتوں کے اندر اداراتی کمزوریوں کو دور کرنے کے بجائے حکومت نے فوجی عدالتیں قائم کر دی تھیں تاکہ وہ دہشت گردی کے مقدمات کی کاروائیوں کو نمٹا سکیں؛ مارچ 2018 تک ان عدالتوں نے 180 افراد کو موت کی سزا سنائی ہے۔ فوجی عدالتوں پر تشدد اور قانون کے مطابق حقوق کی فراہمی کی خلاف ورزی کا الزام عائد کیا گیا ہے۔

اگرچہ 2014 میں حکومت نے دہشت گردی کے بارے میں ایک مجموعی پلان تیار کیا تھا، جس کو نیشنل ایکشن پلان (این اے پی) کا نام دیا گیا ہے تاہم عملی طور پر اس پلان کے چند ایک مقاصد پر ہی عمل کیا گیا ہے۔ پرائم منسٹر خان کی قیادت میں نئی منتخب شدہ حکومت سے، جو کہ 2018 کے آخر میں برسراقتدار آئی تھی یہ توقع کی جاتی ہے کہ آیا این اے پی کے لیے طے کردہ اہداف پر عمل کیا جائے گا جن میں تشدد اور مذہبی اقلیتوں کے خلاف نفرت انگیز تقاریر کی روک تھام شامل ہے۔

2018 میں مذہبی آزادی کی صورتحال

مثبت تبدیلیاں: سال 2018 میں حکومت پاکستان نے مذہبی آزادی کو فروغ دینے اور مذہب کی بنیاد پر تشدد اور نفرت انگیز تقاریر کی روک تھام کے لیے چند ایک مثبت اقدامات اٹھائے ہیں۔ سال 2018 کے انتخابات نے سندھ کے اندر مسلم اکثریت کے علاقوں میں جنرل سیٹوں پر تین ہندؤں کا تاریخی انتخاب دیکھا ہے جبکہ ایک غیر مسلم کو قومی اسمبلی کی ایک غیر مخصوص کردہ/جنرل سیٹ پر منتخب کیا گیا ہے۔ تاہم سال 2018 کے کامیاب انتخابات میں پرائم منسٹر عمران خان اور ان کی سیاسی جماعت، پاکستان تحریک انصاف کے اراکین نے توعین رسالت کے قوانین کا پرزور انداز میں دفاع کیا ہے جبکہ احمدی مسلمانوں کے حوالے سے توعین آمیز زبان استعمال کی ہے۔

مہم کے دوران متنازع زبان کے استعمال کے باوجود، پرائم منسٹر خان نے نومبر میں بہت سے لوگوں کو اس وقت حیران کر دیا جب انہوں نے قوم سے خطاب کے دوران سپریم کورٹ کے طرف سے آسیہ بی بی کی بریت کا دفاع کیا اور اس کو قتل کر دینے کے بارے میں انتہا پسندمبلغین کے مطالبے کو رد کر دیا۔ علاوہ ازیں ان کی انتظامیہ نے ان مبلغین کے خلاف اس وقت براہ راست کاروائی کی جب انہوں نے ایک پر تشدد احتجاج منعقد کیا اور سپریم کورٹ کے ججوں کی سلامتی کو جنہوں نے اس کو رہا کیا تھا خطرے سے دوچار کر دیا۔ ہزاروں کی تعداد میں احتجاجی افراد کو گرفتار کر لیا گیا اور ان کے قائد، خادم حسین رضوی پر، جنہوں نے گزشتہ دہائی کے اندر مذہبی اقلیتوں کے خلاف نفرت انگیز مہم کو قیادت فراہم کی تھی، دہشت گردی اور بغاوت کا مقدمہ قائم کر دیا؛ زیر جائزہ عرصہ کے اختتام تک ان کا مقدمہ جاری تھا۔

نومبر میں سکھوں کے مذہبی پیشوا کے 549 جنم دن کے موقع پر حکومت پاکستان نے 3,500 سکھوں کو ان کے تاریخی مندروں (گردواروں) کی زیارت کرنے اور مذہبی رسومات ادا کرنے کے لیے ویزے دیے ہیں۔ یہ عمل گزشتہ سالوں کی نسبت یکسر مختلف تھا کیونکہ حکومت پاکستان نے ہندوستان کے سکھ شہرویوں کو مذہبی زیارتوں کے لیے

اگر کوئی ویزے جاری کیے تھے تو ان کی تعداد کم ہی تھی۔ ایک دوسرے علامتی پیغام میں پرائم منسٹر خان نے ہندو برادری کو نومبر میں ان کے مذہبی تہوار دیوالی کے موقع پر مبارک باد پیش کی ہے۔

چند ایک واقعات جن میں انفرادی طور پر مذہبی آزادی پر حملے کیے گئے تھے حکومت نے خطاکاروں پر مقدمہ چلانے کے لیے مثبت اقدمات اٹھائے ہیں۔ مثال کے طور پر اپریل 2017 میں جب بلوائیوں نے توعین رسالت کے جھوٹے الزام کی بنیاد پر کالج کے ایک طالب علم مشال خان کو قتل کر دیا تھا، حکومت نے 31 افراد پر فرد جرم عائد کی اور ایک شخص کو فروری 2018 میں موت کی سزاسنائی۔ اگست 2018 میں حکام نے دو مشتبہ افراد کو گرفتار کر کے ان پر مقدمہ چلایا کیونکہ ان پر دو الگ الگ واقعات میں توعین رسالت کے جھوٹے الزامات کی بنیاد پر قتل کرنے کا الزام لگایا گیا ہے۔

دسمبر 2018 میں ایک خود مختار ادارے، "پیوپلز کمیشن فار دی پروٹیکشن آف مائینارٹیز رائٹس" کا قیام عمل میں لایا گیا جس میں عیسائی، سکھ اور ہندو برادریوں کے سرکردہ افراد کے علاوہ ہائی کورٹس کے ریٹائرڈ ججز اور انسانی حقوق کے وکلاء شامل ہیں۔ شہریوں کی یہ کمیٹی اس وقت تشکیل دی گئی جب سال 2014 میں سپریم کورٹ کی طرف سے اپنے فیصلے میں مذہبی امور کی اسٹینڈنگ کمیٹی اور بین الامذاہب دونوں اداروں کو ہدایت دینے کے باوجود بھی یہ ادارے عرصہ دراز سے متوقع کمیشن قائم کرنے میں ناکام رہے۔ آخر کار جنوری 2019 میں، زیر بیان عرصہ کے بعد، سپریم کورٹ نے حکم جاری کیا کہ عیسائی شادیوں کو لازمی طور پر سرکاری سطح پر میرج سرٹیفکیٹ کے ذریعے رجسٹرڈ کیا جائے اور صوبائی حکومتوں کو، جہاں پر چند ایک اہلکاروں نے رجسٹریشن کے عمل کو روک دیا تھا، حکم نامہ جاری کیا کہ وہ اس پر عمل کریں۔

توعین رسالت کے قوانین: پاکستان کےضابطہ فوجداری کی سیکشنز 295 اور 298 کسی بھی ایسے عمل یا تقریر کو جو کسی مذہب، مذہبی عقیدے کی توعین کرتا ہو یا قرآن، رسالت مآب حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم ، عبادت کرنے کی جگہ یا مذہبی علامات کی بے حرمتی کرتا ہو کو مجرمانہ فعل قرار دیتی ہیں۔ یہ قوانین مذہب یا عقیدے کی آزادی، افراد پر عقیدے کو تحفظ فراہم کرنے کے بارے میں بین الاقوامی معیارات کی فطری خلاف ورزی کرتے ہیں۔ الزام عائد کرنے والے افراد کے لیے ضروری نہیں ہوتا کہ وہ توعین رسالت صلی اللہ علیہ و سلم کے واقع ہونے کے بارے میں مناسب شہادت پیش کریں جو کہ بدسلوکی بشمول جھوٹے الزامات عائد کیے جانے کا سبب بنتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ قانون سخت سزائیں تجویز کرتا ہے جن میں موت یا عمر قید شامل ہیں۔

اگرچہ الزام عائد کیے جانے اور سزا پانے والے افراد میں مسلمانوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے لیکن مذہبی اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے افراد کی تعداد جو کہ توعین رسالت کے الزامات اور گرفتاریوں کا نشانہ بنتے ہیں، غیر متناسب طور پر زیادہ ہے۔ یو ایس سی آئی آر ایف (USCIRF) اس وقت کم از کم 40 ایسے افراد سے آگاہ ہے جن کو پاکستان میں توعین رسالت کے ضمن میں موت یا عمر بھر قید کی سزا سنائی گئی ہے، جن میں دو عیسائی، قیصر اور امون ایوب بھی شامل ہیں جن کو دسمبر 2018 میں ڈسٹرکٹ جج کی طرف سے موت کی سزا سنائی گئی ہے۔ ان پر الزام ہے کہ انہوں نے آن لائن شائع کیے جانے والے خاکوں اور مضامین میں رسالت مآب حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم کی توعین کی ہے۔

توعین رسالت کے بارے میں پاکستان کا مشہور قانون آسیہ بی بی کا ہے، جو کہ ایک عیسائی عورت ہے جس کو 2010 میں نچلی عدالت کی طرف سے سزائے موت سنائے جانے کے بعد عدالت عظمی نے اکتوبر 2018 میں توعین رسالت کے الزامات سے بری کر دیا ہے۔ سپریم کورٹ کے اس تاریخی فیصلے میں نچلی عدالت کے ججوں اور سرکاری وکیلوں پر توعین رسالت کے جھوٹے مقدمات کی پیروی کرنے پر، جو کہ پاکستان کے قوانین شہادت پر پورا نہیں اترتے، تنقید کی گئی ہے۔ اگرچہ سپریم کورٹ نے ادارہ جاتی جانبداریوں پر، جن کا سامنا توعین رسالت کے الزام کی وجہ سے اقلیتوں کو کرنا پڑتا ہے، روشنی ڈالی ہے لیکن یہ فیصلہ پاکستان کے توعین رسالت کے قوانین کا دفاع کرتا ہے اور اس کو جائزہ قرار دیتا ہے۔ مزید برآں، سپریم کورٹ کی طرف سے بری کر دیے جانے کے باوجود بھی آسیہ بی بی نے اپنی عمر کی تقریبا″ ایک دہائی توعین رسالت کے جھوٹے الزام کی وجہ سے جیل میں گزاری ہے، یہ ایک ایسا نتیجہ ہے جو کہ توعین رسالت کا الزام لگنے والے بہت سے ان افراد کے حصے میں بھی آیا ہے جن کو انصاف میں تاخیر کی وجہ سے جیل کی اذیت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اس کے علاوہ انتہا پسند قائدین اور مبلغین سختی کے ساتھ سپریم کورٹ کے فیصلے پر حملہ آور ہوتے ہیں اور دھمکی دیتے ہیں کہ اگر آسیہ بی بی کو رہا کیا گیا تو ان کے پیروکار اس کو قتل کر دیں گے۔ اسی وجہ سے حکومت پاکستان نے نومبر میں آسیہ بی بی کی رہائی کے بعد سےاس کی رہائش کو صیغہ راز میں رکھا ہے۔ جنوری 2019 میں، زیر بیان عرصہ کے بعد، سپریم کورٹ نے اس کی رہائی کے فیصلے کو برقرار رکھا ہے جس کی وجہ سے اس کے لیے ملک چھوڑنے کا راستہ صاف ہو گیا۔

زیر رپورٹ عرصہ کے دوران خاص طور پر صوبہ پنجاب کے اندر، جہاں پر بہت سی مذہبی اقلیتیں قیام پذیر ہیں اور جہاں پر توعین رسالت کے زیادہ تر واقعات پیش آتے ہیں، توعین رسالت کے الزام کے سلسلہ میں درجنوں رپورٹیں منظر عام پر آئی ہیں، زیادہ تر گرفتاریاں اور الزامات معاشرے کی طرف سے ایذا رسانی یا تشدد کے ماحول میں پیش آئے ہیں۔ مثال کے طور پر فروری 2018 میں لاہور کے اندر اس وقت دو کم عمر عیسائیوں کو گرفتار کیا گیا جب ان میں سے ایک نے فیس بک گروپ پر مبینہ طور پر"توعین آمیز تصویر" شائع کر دی تھی۔ پولیس کی طرف سے تحقیق کے دوران تحقیق کاروں کے تشدد سے بچنے کے لیے ان میں سے ایک گرفتار شدہ کم عمر لڑکے نے کھڑکی سے باہر چھلانگ لگا دی تھی۔ بعد ازاں مذہبی انتہا گروپوں نے نو عمر لڑکے کے رہائشی علاقے کے اندر جہاں پر زیادہ تر عیسائی آباد ہیں ایک پرتشدد احتجاج منعقد کیا اور تمام علاقے اور اس کے مکینوں کو جلا دینے کی دھمکی دی۔ اس علاقہ میں رہائش پذیر تقریبا″ 800 عیسائی افراد حملے کے ڈر کی وجہ سے بھاگ گئے جبکہ مورد الزام لڑکے کے گھر کے افراد اسی وجہ سے علاقے سے فرار ہو گئے ہیں۔ سندھ کے اندر مزید ایک اور واقعے میں، ایک ہندو نو عمر لڑکے پر اس وقت نوعین رسالت کا الزام عائد کیا گیا جب اس نے مسلمانوں کے بارے میں "متنازعہ" خاکے فیس بک پر شیئر کیے۔

بہت سے افراد جن پر توعین رسالت کا الزام لگا ہےکبھی بھی عدالت تک نہیں پہنچ سکے کیونکہ فوری تشدد کرنے والوں نے 1990 کے بعد سے 62 افراد کو قتل کر دیا ہے جبکہ بلوےکی طرف سے ماورائے عدالت قتل یا تشدد کے چند ایک واقعات پر ہی مقدمات قائم ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر اگست 2018 میں مختلف عدالتوں نے تقریبا″ 113 مشتبہ افراد کو 2014 میں ہونے والے حملے میں ملوث ہونے سے بری کر دیا جس میں ایک عیسائی جوڑے پر توعین رسالت کا جھوٹا الزام عائد کیا گیا تھا۔ ایک دوسرے واقعے میں نیشنل آرٹ کالج لاہور کے ایک طالب علم کو اس کے مالک مکان نے بحث کرنے پر جولائی 2018 میں قتل کر دیا گیا تھا اور بعد ازاں قتل کے الزام کا دفاع کرنے کے لیے اس نے ستم رسیدہ متوفی پر توعین رسالت کا جھوٹا الزام لگا دیا تھا۔

سال 2018 میں چند ایک سیاسی نے قائدین بشمول پرائم منسٹر خان توعین رسالت کے بڑھتے ہوئے الزمات کے معاملے کو سرعام تسلیم کرنا شروع کر دیا جس کو آیک آلے کے طور پر استعمال کرتے ہوئے اقلیتی برادریوں کے افراد کو ان کی املاک اور روزگار سے محروم کیا جا رہا تھا۔ آسیہ بی بی سے متعلق سپریم کورٹ کے فیصلے اور 2018 میں اسلام آباد ہائی کورٹ کی طرف سے توعین رسالت کے مقدمے کے فیصلے میں بھی ان جھوٹے الزامات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسی طرح مارچ 2018 میں انسانی حقوق کے بارے میں سینٹ کی باضابطہ کمیٹی نے اسلامی نظریاتی کونسل کو توعین رسالت کے بارے میں جھوٹے الزامات عائد کرنے والے افراد کو سزا دینے کے لیے ایک تجویز پیش کی ہے۔ تاہم انتہا پسندوں کی طرف سے بدلہ لینے کے خطرے کی وجہ سے صرف چند ایک سیاست دانوں نے ہی توعین رسالت کے قانون کو تبدیل یا منسوخ کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔

دسمبر 2018 میں ایک رپورٹ جس کا عنوان تھا جنوبی ایشیاء میں مذہبی اقلیتوں کی آزادی کی حدود میں یو ایس سی آئی آر ایف نے بھی نوٹ کیا کہ پاکستان میں توعین رسالت کے قوانین کو غیر قانونی طور پر مذہب تبدیل کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے مذہبی اقلیتوں کے حقوق محدود ہو کر رہ جاتے ہیں۔

احمدی مخالف قوانین اور حملے: احمدی شدید قسم کی قانونی پابندیوں میں جکڑے ہوئے ہیں اور سرکاری سطح پر منظور شدہ امتیازی سلوک کا شکار ہیں۔ دستور کی دوسری ترمیم کے علاوہ جس میں احمدیوں کو "غیر مسلم" قرار دیا گیا ہے ضابطہ فوجداری کی سیکشن 298 بھی احمدیوں کی طرف سے اپنے آپکو مسلمان کہلانے، اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے، اسکی اشاعت کرنے، اپنے مذہب کے بارے میں مواد تقسیم کرنے یا اپنے عبادت خانوں کو مساجد کہنےکو مجرمانہ عمل قرار دیتی ہے۔ ان کو بطور مسلمان ووٹ ڈالنے سے بھی منع کیا گیا ہے جبکہ 2018 میں مشترکہ انتخابی فہرست پر بھی ان کا اندراج کرنے سے منع کر دیا گیا تھا، ان کو الگ انتخابی فہرستوں پر ڈال دیا گیا تھا جو کہ کم سیاسی اختیار کی حامل ہیں۔

احمدیوں کو معاشرتی سطح پر اکثر اوقات امتیازی سلوک، گرفتاریوں، ایذا رسانی اور جسمانی حملوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے بسا اوقات اس کا نتیجہ قتل کی صورت میں نکلتا ہے۔ سال 2018 میں احمدیہ برادری کو اپنی مساجد پر دو شدید حملوں کا سامنا کرنا پڑا۔ مئی میں 600 افراد پر مشتمل ایک ہجوم نے صوبہ پنجاب میں احمدیوں کی ایک 100 سالہ تاریخی مسجد کو تباہ کر دیا۔ اس ہجوم میں ایک مقامی لیڈر بھی شامل تھا جس کے تعلقات پاکستان کی سرکردہ سیاسی جماعت پاکستان تحریک انصاف کے ساتھ ہیں۔ مسجد اور اس سے متصل تاریخی طور پر محفوظ کردہ گھر وہ مقامات تھے جہاں پر کبھی احمدیہ مسلم کیمونٹی کے بانی مرزا غلام احمد رہائش پذیر رہے تھے۔ بعد ازاں بہت سے سیاست دانوں، بشمول پی ٹی آئی نے اس واقعے کی مزمت کی اور مرتکب افراد پر مقدمہ قائم کرنے کا مطالبہ کیا۔ ایک بار پھر ایک ہجوم نے فیصل آباد میں احمدیوں کی ایک مسجد پر اسی طرح کا حملہ کیا جس میں تقریباً 30 افراد زخمی ہوئے اور مسجد کو فی الواقع تباہ کر دیا گیا۔

عام افراد اور ہجوم کی طرف سے جسمانی حملوں کے ساتھ ساتھ ریاستی اداروں نے بھی احمدی کمیونٹی کو ایذا رسانی کا نشانہ بنایا ہے۔ جنوری 2016 میں عبدل شکور نامی ایک عینک ساز اور اسٹور کے مالک کو ربوہ صوبہ پنجاب میں دہشت گردی اور توعین رسالت کے الزامات کے تحت قرآن کی کاپیاں اور شائع شدہ احمدی مواد فروخت کرنے اور احمدی مذہب کی تشہیر کرنے کی وجہ سے بالترتیب تین اور پانچ سال کی متواتر سزائیں سنائی گئی ہیں۔ اس کے

ایک شیعہ اسٹور مینیجر، مظہر سپرا کو بھی دہشت گردی کے الزامات کے تحت پانچ سال قید کی سزا سنائی گئی تھی۔ مارچ 2019 میں، رپورٹ کے عرصہ کے بعد، مسٹر شکور کو جیل سے رہا کر دیا گیا تھا۔ یو ایس سی آئی آر ایف نے ضمیر کے مذہبی قیدیوں کے پراجیکٹ کے حصے کے طور پر عبدل شکور کی حمایت کی تھی۔

احمدیوں کے لیے پاکستان کے اندر اداراتی سطح پر امتیازی سلوک کا دائرہ کار ناجائز فوجداری مقدمات قائم کرنے تک ہی محدود نہیں ہے۔ ستمبر 2018 میں پرائم منسٹر خان نے عاطف میاں، جو کہ پرینسٹن یونیورسٹی میں اکنامک کے پروفیسر اور احمدیہ مسلم کیونٹی کے ممبر ہیں، کو پاکستان کی اکنامک ایڈوائزری کونسل کے لیے نامزد کیا۔ سخت نقطہ نظر کے حامل مذہبی راہنماؤں نے بعد ازاں میاں کی نامزدگی پر اعتراض کیا اور پرائم منسٹر اور اس کی پارٹی پر توعین رسالت کا الزام لگایا گیا۔ حمایت کرنے والوں کو ابتدائی طور پر حوصلہ ملا کیونکہ خان نے نہ صرف میاں کو نامزد کیا تھا بلکہ اس کی حکومت نے بعد ازاں اس نامزدگی کا اس وقت دفاع بھی کیا جب مذہبی گروپوں نے اس اقدام پر تنقید کی؛ تاہم حمایت کرنے والوں کو بعد ازاں مایوسی کا سامنا کرنا پڑا جب خان نے اس نامزدگی کو منسوخ کر دیا۔

تعلیم: اقلیتوں کے خلاف امتیازی مندرجات والی صوبائی نصابی کتب ایک نمایاں خدشے کا سبب رہی ہیں۔ یو ایس سی آئی آر ایف کی سال 2016 کی رپورٹ پاکستان میں عدم رواداری کے بارے میں تعلیم: عوامی درسی کتب میں مذہبی تعصب، سے ظاہر ہوا ہے کہ پاکستان کی درسی کتب غیر مسلموں اور اسلام کے علاوہ کسی بھی دیگر مذہب کے پیروکاروں کے خلاف تعصب کی تعلیم دیتی ہیں اور ان کو گھٹیا بنا کر پیش کرتی ہیں۔ علاوہ ازیں پاکستان کے اندر نصابی کتب غیر مسلموں کو غیر پاکستانی یا دشمن شہری کے طور پر پیش کرتی ہیں۔

مزید یہ کہ اپریل 2017 میں پاکستان کی پارلیمنٹ نے قرآن پاک کی تعلیم کو لازمی قرار دینے کا بل پاس کیا جس کے مطابق تمام مسلمان طالب علموں کو سرکاری و غیر سرکاری دونوں اسکولوں میں قرآن مجید کے لازمی اسباق لینے ہوں گے۔ اگرچہ غیرمسلموں کے لیے ان اسباق میں شامل ہونا لازمی نہیں ہے لیکن بہت سی اقلیتوں نے اس قانون پر اس وجہ سے تنقید کہ یہ بل اسکولوں کے اندر دیگر مذاہب کے لیے مذہبی تعلیم قائم کرنے میں ناکام رہا۔ اور یہ فکر بھی مسلسل موجود رہی کہ طالب علموں کو کورسز کے لیے الگ کرنا فرقہ وارانہ عدم رواداری کی حوصلہ افزائی کر سکتا ہے۔

پبلک اسکولوں میں پڑھائے جانے والے نصاب کے ساتھ ساتھ پاکستان کے قائدین نے مذہبی مدارس یا درسگاہوں کو ادارتی صورت دینے کی ضرورت کو تسلیم کیا ہے تاکہ مذہبی انتہا پسندی اور اقلیت مخالف جذبات کا مقابلہ کیاجا سکے۔ نیشل ایکشن پلان (این اے پی) کے تحت صوبائی حکام کو ذمہ داری سونپی گئی ہے کہ وہ تمام مدارس کی رجسٹریشن کریں۔ اس کے باوجود بھی اپریل 2018 تک مثال کے طور پر خیبر پختونخواہ کی صوبائی حکومت نے رجسٹریشن کے عمل کے بارے میں متواتر بوکھلاہٹ اور انتہا درجہ کی تاخیر کی اطلاع دی ہے۔

با ہدف فرقہ وارانہ تشدد: پاکستان کئی ایک بین الاقوامی اور مقامی دہشت گرد گروپوں کی کاروائیوں کے لیے ایک میدان کی حیثیت رکھتا ہے اور ملک کی مذہبی اقلیتی برادریوں کی سلامتی کے لیے مسلسل ایک خطرے کا سبب ہے۔ بین الاقوامی دہشت گرد گروپوں نے پاکستان کے خود مختار سرحدی علاقوں سے افغانستان کے اندر حملے کیے ہیں۔

اس عمل پر کابل کے اندر سے بہت سے اہلکاروں کی طرف سے سخت سرزنش کی گئی ہے اور انہوں نے کھلے عام الزام لگایا ہے کہ یہ کاروائیاں بعض اوقات افغانستان کی مذہبی اقلیتوں کو نشانہ بناتی ہیں اور یہ کام پاکستان کے خفیہ اداروں کی منظوری اور مدد کے ساتھ انجام دیا جاتا ہے۔

سرحد پار دہشت گردی کے علاوہ بھی پاکستان کے اندر بہت سے دہشت گرد گروپس کام کر رہے ہیں۔ حکومتی اور فوجی تنصیبات کو نشانہ بنانے کے علاوہ، پاکستان طالبان (ٹی ٹی پی) جیسے گروپس اور لشکر جھنگوی (ایل ای جے) مذہبی اقلیتوں کو ایذا پہنچانے میں مشہور ہیں۔ غیر مسلموں کے ساتھ ساتھ یہ گروپس اکثر اوقات شیعہ اور صوفی مسلمانوں کو نشانہ بناتے ہیں اور اس عمل نے ملک کے اندر گہری نوعیت کے فرقہ وارانہ تناؤ کا بیج بویا ہے۔
ساؤتھ ایشیا کے ٹیروریزم پورٹل کے مطابق 2001 کے بعد سے 471 حملوں میں تقریباً 2,700 شیعہ مسلمانوں کو قتل کیا گیا ہے جبکہ 4,800 زخمی ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر 2018 میں انتہا پسندوں نے ایک شیعہ مسلمانوں کی درسگاہ کو نشانہ بنا کر تقریباً 30 افراد کو قتل اور 50 کو زخمی کر دیا تھا۔

اسلامک اسٹیٹ، ایل ای جی اور ٹی ٹی پی جیسے گروپوں نے ہزارہ شیعہ مسلمانوں کو خاص طور پر نشانہ بنایا ہے۔ پاکستان میں انسانی حقوق کے نیشنل کمیشن کے علم میں آیا ہے کہ سال 2012 سے دہشت گردی سے متعلق واقعات میں تقریباً 509 ہزارہ افرد کو قتل کر دیا گیا ہے۔ اپریل 2018 میں دو ہزارہ نوجوان کو قتل کر دیا گیا تھا لیکن کوئی گرفتاری عمل میں نہیں لائی گئی۔ حکومت کی طرف کاروائی میں ناکامی کے خلاف ہزارہ برادری کے رہنماؤں نے حکومت کی طرف سے ان کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے ایک احتجاجی دھرنا دیا ہے۔ مئی 2018 میں ایک خصوصی مقدمے کی کاروائی کے دوران پاکستان کے چیف جسٹس نے کہا کہ صوبہ بلوچستان کے اندر ہزارہ مسلمانوں پر ہونے والے حملے ایک پوری نسل کو ختم کرنے کے مترادف ہیں اور یہ کہ ریاست کو لازمی طور پر "ہزارہ برادری کی زندگیوں اور پراپرٹی کی حفاظت کرے"۔

پاکستان کے اندر شیعہ مسلمانوں کی ایذادہی کا کام نہ صرف انتہاپسند گروپوں کے ہاتھوں جاری رہا ہے بلکہ چند ایک صورتوں میں بذات خود حکومت نے بھی یہ کام انجام دیا ہے۔ مئی 2018 میں بی بی سی نے "پاکستان کے غائب ہو جانے والے شیعوں کی کہانی،" پر سے پردہ اٹھایا جس میں پاکستان کے خفیہ اداروں کے ہاتھوں تقریباً 140 شیعہ مسلمانوں کی ایذا رسانی، گرفتاری اور مار پیٹ کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ ان افراد کو اکثر اوقات بغیر مقدمہ چلائے یا باقاعدہ الزام عائد کیے خفیہ حراست میں رکھا جاتا تھا۔

غیر مسلم اقلیتوں کی صورتحال: پاکستان میں بہت سے سکھ، ہندو، بدھ مت کے پیروکار، پارسی/آتش پرست اور عیسائی شہری آباد ہیں جو کہ اپنی سلامتی کے لیے متواتر خطرہ محسوس کرتے ہیں اور ان کو متعدد اقسام کی سماجی علیحدگی اور ایذا رسانیوں کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اپریل 2018 میں اسلامک اسٹیٹ آف عراق اینڈ سیریا (آئی ایس آئی ایس) کی طرف سے کوئٹہ میں تین حملوں کی ذمہ داری قبول کی گئی جس میں چھ پاکستانی عیسائی ہلاک ہوئے تھے۔ علاوہ ازیں، دہشت گرد گروپوں کی کاروائی کے علاوہ حکومتی سیکورٹی اداروں یا پولیس نے کراچی میں درجنوں کی تعداد میں نوجوان عیسائی افراد کو غائب کر دیا۔ اگرچہ بہت سے افراد کو رہا کر دیا گیا ہے لیکن لوگوں کے اندر پریشانی پھیلی ہوئی ہے کہ حکومت اس طرح کی امتیازی گرفتاریوں کے طوفان میں اضافہ کر سکتی ہے۔

سماجی مسائل اور معاشرتی دباؤ بھی غیر مسلموں پر منفی انداز میں اثر انداز ہوتے رہے ہیں۔ ستمبر 2018 میں صوبہ پنجاب کے اندر گجر خان کے علاقہ میں مسلمان مکینوں نے مبینہ طور پر ایک عیسائی فیملی کو مار پیٹ کر اور ان کے گھر کو نزرآتش کر کےانہیں بھگا دیا تھا۔ تفصیلات کے مطابق ایک مقامی عدالت نے تین مشتبہ افراد کو، جنہیں بعد ازان پولیس نےگرفتا کیا تھا، ضمانت دینے سے انکار کر دیا، تاہم مزید مشتبہ افراد جن کو حکام نے گرفتار نہیں کیا ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ مفرور ہیں۔ اس کے علاوہ عیسائیوں، سکھوں اور پارسیوں کی شادی اور طلاق کے بارے میں کم پیش رفت ہوئی ہے جس سے ایک قانونی معاملے کو مستقل بنیادوں پر استحکام مل رہا ہے۔ دسمبر 2018 میں انسانی حقوق کی وزیر شیریں مزاری نے بیان دیا کہ حکومت ایوان زیریں میں عیسائی شادی اور طلاق کا بل متعارف کروائے گی جو کہ 2012 سے رکا ہوا ہے جب اس کو ابتداء میں متعارف کروا گیا تھا۔

علاوہ ازیں، غیر مسلم سیاسی دائرہ کار کے کنارے پر رہے ہیں۔ اگرچہ ہندو امیدواروں نے 2018 کے انتخابات میں بہت سی کامیابیاں حاصل کی ہیں لیکن قومی اور صوبائی پارلیمنٹ میں ان کی نمائندگی کم رہی ہے؛ ہندؤں کی کم سطح کی نمائندگی سیکیورٹی کے اداروں میں بھی نظر آتی ہے اور اگر اس کا سدباب کر لیا جائے تو ہندو مندروں اور دیگر ڈھانچوں کو تحفظ فراہم کیا جا سکتا ہے۔ 2017 کی مردم شماری کے بعد غیر مسلم کمیونٹی کے رہنماؤں نے 2018 کے دوران اپنی یہ شکایت جاری رکھی کہ ان کی کیمونٹی کی آبادی میں اضافے کے باوجود بھی مردم شماری ان کا اضافہ دکھانے میں ناکام رہی ہے اور اس طرح سے غیر مسلم کمیونٹی کو پارلیمان میں مخصوص کردہ نشستوں کے حق اور دیگر فوائد سے مؤثر انداز میں محروم کر دیا گیا ہے۔

مذہب کی جبری تبدیلیاں اور شادی: اکثر اوقات جبری مشقت کے ذریعے نوجوان ہندو اور عیسائی عورتوں سے جبرا" اسلام قبول کروانا اور شادی کرنا ایک منظم مسئلہ رہا ہے۔ بہت سے خود مختار ادارے بشمول نیشنل کمیشن فار جسٹس اینڈ پیس اور پاکستان کے انسانی حقوق کا کمیشن تسلیم کرتے ہیں کہ ہر سال تقریبا" 1,000 نوجوان عورتوں کو زبردستی اسلام قبول کروایا جاتا ہے، بہت سوں کو اغواء کر لیا جاتا ہے، ان کے ساتھ زبردستی شادی کی جاتی ہے اورانہیں عصمت دری کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ ہندو اور عیسائی عورتیں مذہبی اقلیتوں کے لیے معاشرتی بے توقیری اور قانونی تحفظ کے فقدان کے ساتھ ساتھ معاشرے میں گہرے مردانہ اثرورسوخ اور ثقافتی اصولوں کی وجہ سے خاص طور پر ان جرائم کا نشانہ بنتی ہیں۔ اپریل 2018 میں ایک عیسائی عورت اس وقت اپنے زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے جاں بحق ہو گئی جب ایک مسلمان شخص نے مبینہ طور پر اسکو اس وقت آگ لگا دی تھی جب اس کے ساتھ شادی کرنے کی خاطر مذہب کی تبدیلی کے لیے دباؤ ڈالا تھا؛ اس شخص کو گرفتار کر کے مقدمہ چلایا گیا ہے۔ خاص طور پر پنجاب اور سندھ کے صوبوں کے اندر مقامی پولیس اور سیاسی رہنماؤں پر اکثر اقات زبردستی کی شادی اور مذہب کی تبدیلی کے معاملات کے بارے میں مناسب تحقیق کرنے میں ناکامی کی وجہ سے ساز باز کرنے کا الزام عائد کیا جاتا ہے۔ اگر اس طرح کے مقدمات کی تحقیق کی جائے یا عدالتی فیصلہ سنایا جائے تو نوجوان عورت پر اسی شخص کے سامنے سوالات کیے جاتے ہیں جس نے اس کے ساتھ زبردستی شادی کی تھی جس کی وجہ سے کسی بھی زبردستی سے انکار کرنے کے لیے اس پر دباؤ پڑتا ہے۔

مارچ 2017 میں پاکستان کی پارلیمنٹ نے ہندو میرج بل پاس کیا جس کے ذریعے ہندؤں کی شادیوں کو قانونی حیثیت دی گئی۔ اس بل کے اطلاق سے قبل شادی شدہ ہندو عورتیں قانونی طور پر شادی شدہ نہیں ہوتی تھیں اور وہ مذہب کی جبری تبدیلی اور طلاق کے خطرے سے دوچار رہتی تھیں۔ اس قانون نے ہندو لڑکیوں اور عورتوں کو بطور دوسری

بیوی زبردستی شادی سے محفوظ رکھنےکے لیےمتعدد شادیوں کو غیر قانونی بنا دیا ہے۔ اس کے علاوہ اگست 2018 میں سندھ کی صوبائی پارلیمنٹ نے ایک مثبت پیش رفت میں شادی کے بل میں ترمیم منظور کی جو کہ میاں بیوی دونوں کو طلاق اور دوبارہ شادی کرنے کا حق فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ ہندو کمیونٹی کی عورتوں اور بچوں کو زیادہ مالی فوائد فراہم کرتی ہے۔

امریکہ کی پالیسی

سلامتی کے بارے میں بہت سی مشکلات کے سلسلہ میں 2018 میں پاکستان امریکہ کا اہم ساتھی رہا ہے خاص طور پر جب حکومت نے امریکی حکومت، افغان حکومت اور طالبان کے درمیان امن مذاکرات کا بندوبست کروانے کے لیے خطرات اور مواقع کو سامنے رکھا۔ گزشتہ عشرے کے دوران پاکستان نے دہشت گردی اور بنیاد پرستی کے خاتمے کے لیے ایک متحرک پارٹنرر کے طور پر امریکہ سے تقریباً 30$ بلین ڈالر کی صورت میں فوجی اور سول امداد حاصل کی ہے۔ تاہم 20 نومبر 2018 کو صدر ڈونالڈ جے۔ ٹرمپ نے کہا کہ پاکستان کی طرف سے چند ایک انتہا پسند گروپوں مثال کے طور پر حقانی نیٹ ورک جو کہ افغانستان کی سلامتی پر اثر انداز ہوتا ہےکے خلاف کاروائی نہ کرنے سے مسلسل انکار پر 1.3$ بلین کی امداد کو معطل کیا جاتا ہے۔ حکومت پاکستان کی طرف سے انتہا پسند گروپوں کے خلاف مؤثر کاروائی کرنے میں ناکامی کی وجہ سے پینٹاگون نے ستمبر 2018 میں تقریباً 300$ ملین ڈالر کی فوجی روک دی تھی۔

سرد تعلقات کی موجودگی کے باوجود بھی دسمبر 2018 میں صدر ٹرمپ نے نئے منتخب وزیر اعظم عمران خان کو ایک خط لکھ کر افغانستان کے امن مذاکرات کو آسان بنانے میں مدد کے لیے کہا۔ اس رپورٹ کے تھوڑے ہی عرصہ بعد صدر ٹرمپ نے علی الاعلان وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ اگرچہ پاکستان انتہا پسندوں کی مدد کر رہا ہے اور بین الاقوامی سلامتی کو خطرے سے دوچار کر رہا ہے لیکن امریکی حکومت سلامتی کے باہمی اہداف کے حصول کے لیے ملک کی نئی قیادت کے ساتھ ملاقات کے لیے رضامند ہے۔ دو طرفہ تعلقات کو دوبارہ شروع کرنے کے لیے 2018 کے آخر میں بہت سے اعلی سطحی وفود نے پاکستان کا سرکاری دورہ کیا جس میں وزیر داخلہ مائیکل آر پمپئو اور وزیر دفاع جیمس این۔ ماٹیس بھی شامل تھے۔ 2018 میں پاکستان کے لیے امریکی سفیر اور ایمبیسی کے عملہ نے حکومتی اہلکاروں کے ساتھ بشمول وہ اہلکار جو کہ پرائم منسٹر آفس میں کام کرتے ہیں ملاقات کی جس میں مذہبی آزادی جیسے مسائل مثلاً توعین رسالت کے قوانین، اسکولوں کا نصاب اور مذہبی اقلیتوں کو سیکیورٹی کی فراہمی شامل تھی۔

سلامتی کے بارے میں دو طرفہ تعلقات سے ہٹ کر محکمہ داخلہ نے پاکستان کے اندر مذہبی آزادی کی اہمیت پر زور دیا ہے۔ وزیر خارجہ پمپئو نے نومبر 2018 میں پہلی بار پاکستان کو آئی آر ایف اے کے تحت سی پی سی نامزد کیا جس کی یو ایس سی آئی آر ایف نے دوسال کے لیے سفارش کی تھی۔ لیکن اس نامزدگی کے باوجود، محکمہ داخلہ نے پاکستان پر پابندیوں اور سزاؤں کو ختم کر دیا جو کہ عام طور پر سی پی سی نامزد کیے جانے کے ساتھ منسلک ہوتی ہیں۔

کمشنر جونہی مور کے ذاتی خیالات

پاکستان کے نئے منتخب وزیر اعظم، عمران خان، نے پاکستانی معاشرے کے اندر نہ صرف نمایاں اصلاحات کی حمایات میں آواز اٹھائی ہے بلکہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ اصلاحات کا آغاز کرنے کے لیے چند ایک عملی اقدامات لینے کے عمل سے گزر رہے ہیں اور پاکستان جیسے معاشرے میں اصلاحات کو درپیش مشکلات کے بارے میں حقیقت پسندانہ انداز سے غور بھی کر رہے ہیں۔

میں فروری 2019 میں دبئی کے اندر عالمی حکومتی اجلاس کے دوران پرائم منسٹر خان کی تقریر سے خاص طور پر متاثر ہوئی تھی جس میں انہوں نے زیادہ بردبار اور زیادہ کثیرالاثقافت پاکستان کے بارے میں اپنی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے مدینہ کے سنہری دور کی مثال پیش کی جہاں پر بردباری، قانون کی حکمرانی اور تحصیل علم کے لیے ایک لگاؤ موجود تھا۔ انہوں نے دلیل پیش کی کہ اس طرح کی اقدار مسلم اکثریت رکھنے والے معاشرے سے متصادم نہیں ہیں۔ ان کی تقریر کا زیادہ تر حصہ پاکستان کے بارے میں ایسے تصور کی عکاسی کرتا تھا جو کہ مذہبی آزادی کی حمایت کرے, جداگانہ حیثیت کو فروغ دے، اورملک کے اندر کی عمومی حالت کو، جو کہ بھیانک، خطرناک اور عمودی تنزلی کا شکاررہی ہے، بہتر بنائے۔

اسی اثنا میں ہمیں پاکستان کی چند ایک اعلی عدالتوں کی طرف سےآسیہ بی بی اور عبدالشکور کے مقدمات میں ماتحت عدالتوں کے فیصلوں کو جومذہبی آزادی پر واضح نوعیت کی ایک تعصبابہ پابندی تھی، جو کہ بڑی حد تک پاکستانی معاشرے میں انتہا پسندوں کی دھمکیوں اورغنڈہ گردی کے سبب تھی، مسترد کرنے کا میلان نظر آیا ہے۔ جب کوئی ان قانونی آراء کا مطالعہ کرے تو یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ججوں نے دانشمندانہ انداز میں مذہبی اور قانونی دلائل دونوں کو استعمال کیا ہے۔

ضمیر کے ان مذہبی قیدیوں کے ساتھ روا رکھی جانے والی ایک طویل اور بیاناک بد سلوکی کو کسی بھی بنیاد پر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا بلکہ کہنے کی بات تو یہ ہے کہ پاکستان کے معاشرے میں قانونی اختیارات رکھنے والے بااختیار افراد موجود ہیں جو کہ واضح انداز میں دلیرانہ فیصلے کرنے کے خواہشمند ہیں۔

پرائم منسٹر کے منہ سے ادا ہونے والے الفاظ اور پاکستانی عدالتوں کی طرف سے کبھی کبھار آنے والے فیصلوں کی بنیاد پر میں اس رپورٹ میں اٹھائے جانے والے خدشات سے نمٹنے کے لیے کی جانے والی ایک نمایاں جدوجہد کو دیکھ سکتی ہوں، لیکن میرے خیال کے مطابق واضح جدوجہد اس وقت ہو گی جب ریاست ایک بتدریج انداز میں ان مسائل کے بارے میں درست اور صحیح حکمت عملی اپنائی جائے گی۔

واحد سوال یہ ہے کہ آیا وہ نقصان جو کہ کر دیا گیا ہے، اور پاکستانی معاشرے کے بہت سے عناصر کے ساتھ انتہا پسندوں کی طرف سے جو کچھ کیا جا رہا وہ اس قدر شدید ہے کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پرائم منسٹر اور وہ لوگ جو پاکستان کے اندر قانون کی حکمرانی پر عمل کرتے ہیں ان کو ایک ایسی آزمائش کا سامنا ہے جس کا بیڑا اٹھانا ان کی صلاحیت سے باہر ہے۔ اس یقین کے باوجود کہ ممکن ہے کہ فی الوقت پاکستان مذہبی آزادی کے ماحول کے حوالہ سے دنیا بھر میں انتہائی کم سطح پر نمائندگی کرتا ہو لیکن میں پاکستان کے پرائم منسٹر کےادا کردہ چند ایک حالیہ الفاظ، اور چند ایک عدالتوں کی چند ایک تحریروں کو رجائیت پسندی کی وجہ خیال کرتی ہوں۔